© rasailojaraid.com

شبلی نعمانی کی تاریخ نویسی

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی

Abstract

Shibli Nomani (1857-1914) was a versatile scholar of Arabic, Persian and Urdu. He had an original mind that combined rationalism and clarity of expression with an aesthetic sensibility. These characteristics are apparent in his writing. Shibli's own writings set the pattern for the latter. His works included biographies of the Prophet Muhammad (peace be upon him) and Pious Caliphs Hazrat Umar and Abbasid Caliphs Mamun, the jurist Imam Abu Hanifa, al-Ghazali, the poet Rumi, and two works on theology.

These works introduced into Urdu the methods of Western historiography and biography. Shibli also wrote poetry, literary criticism, including a monumental study of Persian poetry, and numerous articles and letters. His style was clear and straightforward, with a tendency to romanticize the Islamic past in the interests of promoting Muslim pride and solidarity. Shibli wanted to make them self-reliant and self-respecting by regaining their lost heritage and tradition. In this article, writer has discussed in detail Shibli's principles of Historiography in the light of his books: Sirat-un-Nabi, Al-Faruq, Al-Ma'mun and Aurangzeb Alamgir Par Ek Nazar.

Key words: Historiography, Shibli Nomani, Islamic History

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قدیم وراثت کے امین اور جدید علوم کی افادیت کے قائل شبلی نعمانی (م:۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء)، ایک متبحر عالم، ممتاز محقق و مؤلف اور کثیر التصانیف صاحب قلم تھے۔ بے شمار مضامین تاریخ و سوانح، فلسفہ و علم کلام، ادب و سیاست اور سیرت جیسے موضوعات پر شبلی کے قلم سے نکلے۔

شبلی کی پیدائش اتر پردیش کے مشرقی ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندول میں ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ / ۴ جون ۱۸۵۷ء کو ہوئی۔ تعلیم دینی مدارس میں حاصل کی۔(۱) شبلی کے اولین استاد حکیم عبداللہ جیراج پوری تھے جو فرنگی محل کے تعلیم یافتہ تھے۔ بعد ازاں مولانا علی عباس چریاکوٹی، مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری، مولانا ارشاد حسین رام پوری، فیض الحسن ادیب سہارن پوری اور مولانا احمد علی سہارن پوری سے فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، معقولات اور ادب کی تکمیل کی۔(۲)

شبلی نے غیر معمولی ذہانت، طباعی، حسن ذوق و شرافت وراثت میں پائی تھی۔ محمد شبلی شعر و شاعری کے زمانے میں شبلی تخلص کرتے تھے۔ ابتدائے جوانی میں اردو میں اپنا تخلص تسنیم رکھا تھا، فارسی میں شبلی۔ ایک آدھ غزل میں نعمانی بھی رکھا۔(۳) مولانا کے استاد مولانا فاروق چریاکوٹی نے محمد شبلی کو شبلی نعمانی بنایا۔ مدتوں شبلی خود کو شبلی نعمانی کہلاتے اور لکھتے رہے اور اس پر فخر و ناز بھی کرتے رہے۔ (۴) آج نعمانی شبلی کے نام کا جزو لاینفک ہے۔

حصول تعلیم کے بعد شبلی نے ابتداً وکالت و تجارت میں قسمت آزمائی کی لیکن طبعی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے ناکام رہے۔(۵) شبلی کے ذوق سلیم و مذاق طبیعت کے مطابق شبلی کی زندگی کا اصل دور اس وقت شروع ہوا جب وہ علی گڑھ پہنچے۔ علی گڑھ میں سولہ سالہ قیام (۱۸۸۳ء-۱۸۹۹ء) کا عرصہ شبلی کی علمی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کا زمانہ تھا جب شبلی شبلی بنے۔(۶)

شبلی عربی، فارسی اور اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں سے بھی قدرے واقفیت رکھتے تھے۔(۷) علی گڑھ میں قیام کے دوران سرسید کے کتاب خانے(۸)، پروفیسر آرنلڈ کی ہم نشینی اور اتحاد مذاق نے شبلی کو جدید یورپی تحقیقات علمی سے خاص آگاہی بخشی۔ ساتھ ہی حیدرآباد کے ایک عالم سید علی بلگرامی نے بھی شبلی کے مذاق علمی خاص کر جدید علمی تحقیقات سے واقفیت پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔(۹)

شعر گوئی اور نثر نگاری کی صلاحیت شبلی میں خداداد تھیں۔ شبلی اپنے شوق تصنیف سے متعلق کہتے ہیں: ”تصانیف کا شوق ابتداً مجھے ان تاریخی تصنیفات کے دیکھنے سے ہوا تھا، جو یورپ میں چھپی ہیں۔“(۱۰)

یکم فروری ۱۸۸۳ء سے شبلی نے علی گڑھ میں بحیثیت استاد کام شروع کیا اور جون ۱۸۸۳ء میں ایک انگریزی اسکول کی بنیاد رکھی جس کا نام نیشنل اسکول تھا۔(۱۱) شبلی انگریزی زبان کا جاننا مسلم نوجوانوں کے علاوہ علماء کے لیے بھی ضروری قرار دیتے تھے۔(۱۲) یہی وجہ ہے کہ شبلی نے ندوہ کے نصاب میں بھی انگریزی زبان کو داخل کرایا۔ شبلی انگریزی ہی نہیں بلکہ یورپ کی کسی بھی زبان کی تعلیم چاہتے تھے جس سے مراد فرنچ یا جرمن بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”تعلیم میں جب تک یورپ کی کسی زبان کی تعلیم لازمی نہ قرار دی جائے اور زمانہ موجودہ کے علوم و فنون نہ پڑھائے جائیں مذاق حال کے موافق کیوں کر ارباب قلم پیدا ہو سکتے ہیں۔“(۱۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی گڑھ کی مرکزیت کے سبب سے یورپ میں اسلام اور تاریخ اسلام پر جو کتابیں لکھی جاتی تھیں، وہ فوراً وہاں پہنچ جاتی تھیں۔ مولانا ان کے مضامین سے واقفیت پیدا کرتے تھے اور قابل اعتراض باتوں کا جواب دیتے تھے۔(۱۴)

خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں: ''شبلی نے اپنے علمی کاموں کا منصوبہ بالکل ابتدا ہی میں بنالیا تھا۔ اس علمی پروگرام کی دریافت اور تعیین میں کئی احساسات کارفرما تھے۔ مسلمانوں کی تاریخ اور تمدن سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اور علوم اسلامی پر بنیادی تصانیف کی تدوین۔(۱۵)

جامع کمالات شخصیت کے حامل شبلی درحقیقت ''مسلم مورخ'' تھے۔(۱۶) شبلی نے عربی اور فارسی کی تدریس بھی کی اور دونوں زبانوں میں لکھا بھی، لیکن ملکی وملی ضروریات کے لیے اردو ہی کو منتخب کیا، کیونکہ جس عہد میں شبلی لکھ رہے تھے اس میں اردو زبان تاریخی سرمائے سے بالکل خالی تھی۔(۱۷)

شبلی ایک مکمل اسلامی تاریخ لکھنے کا عزم رکھتے تھے۔ ۱۸۸۳ء۔۱۸۸۴ء کے عرصے میں وہ عباسی خلیفہ معتصم کے حالات تک پہنچ چکے تھے۔ پھر اس کو چھوڑ کر ہر خاندان کے ایک ایک ہیرو کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا اور اس کو نامور فرماں روان اسلام کے سلسلہ سے موسوم کیا۔(۱۸) شبلی اسلام اور اہل اسلام کی تاریخ کو سرمایۂ فخر بنانا چاہتے تھے۔ سلسلۂ فرماں روایان اسلام کے منصوبے میں اور متعدد تصانیف کے مقدمات میں اور بہت سے مکاتیب میں شبلی نے اس کا اظہار کیا ہے۔(۱۹)

۱۸۸۷ء میں شبلی نے ''**المامون**'' لکھی۔ اردو میں غالباً پہلی کتاب ہے جس میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے لیے مستند مآخذ کے حوالے دیے گئے ہیں۔ سرسید احمد خان کے دیباچے کے ساتھ المامون کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۸۹ء میں شائع ہوا۔ سرسید لکھتے ہیں:

> ''اس قدر جزئیات کو تلاش کرنا اور نظم اسلوب سے ایک جگہ جمع کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ مصنف نے کوئی بات ایسی نہیں لکھی جس کا حوالہ کسی معتبر ماخذ سے نہ دیا ہو۔ ہر ایک جزوی بات پر بھی اس کتاب کا جس سے وہ وہ بات لی گئی، حوالہ دیا ہے۔ اس کے حاشیوں پر جس قدر کتابوں کے حوالے ہیں، ان کو دیکھ کر اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں کس قدر جان کاہی ہوئی ہوگی اور مصنف کو کتنے ہزاروں ورق تاریخوں کے الٹنے پڑے ہوں گے اور اسی کے ساتھ جب یہ خیال کیا جائے کہ مصنف نے ان جزئیات کو ایسی کتابوں سے تلاش کر کے نکالا ہے، جن کی نسبت خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ ان میں مامون کے حالات ہوں گے تو اس محنت کی وقعت وقدر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔''(۲۰)

پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں: ''سلسلۂ فرماں روایان اسلام، جو نامورانِ اسلام بھی ہے، مصنف شبلی کا نظری تصنیفی منصوبہ بلکہ خاکہ ہی تھا۔ شبلی نے المامون کے دیباچے میں ہر خاندان یا سلسلے میں سب سے ممتاز شخصیت کا انتخاب کیا تھا۔ ایسے ''رائل ہیروز آف اسلام'' دس تھے۔ آخر میں یہ وضاحت بھی کر دی تھی کہ ''اس سلسلہ میں ترتیب کی پابندی نہ کر سکا....'' اچھا بھی شاید میں ترتیب کی پابندی نہ کر سکوں لیکن قطعی ارادہ ہے کہ اگر زمانہ نے مساعدت اور عمر نے وفا کی تو اس سلسلے کے کل حصے جس طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سکے گا پورے کروں گا۔" المامون کو بہ وجوہ مقدم رکھا اور پھر الفاروق لکھ کر خلفائے راشدین کے سلسلہ کے ممتاز ترین خلیفہ پر شاہکار کتاب لکھی۔ بقیہ سلسلوں کے "نامور فرماں روایان اسلام" کی تاریخ و سوانح نہ لکھ سکے۔(۲۱)

شبلی کے تصنیفی منصوبے میں حضرت علیؓ کی سیرت و سوانح بھی شامل تھی جس کا پتا ظہیر الحسن رضوی کے نام ان کے ایک مکتوب سے لگتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"جناب امیر کی عمدہ سوانح عمری کی سخت ضرورت ہے۔ نہایت ناتمام کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں۔ عربی میں کوئی جامع تصنیف نہیں۔ ان کے غزوات اور محاربات کے علاوہ ان کے علمی کارنامے بہت ہیں۔ اکثر خواص میں یہ بھی خیال پھیلا ہوا ہے کہ جناب موصوفؓ کے اصول سیاسی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے، اس کو بھی رفع کرنا ہے۔"(۲۲)

اسی طرح شبلی، سلطان صلاح الدین ایوبی کی سوانح عمری بھی لکھنا چاہتے تھے۔ اپنے ایک مکتوب میں شبلی رقم طراز ہیں:

"سلطان صلاح الدین کی کئی سوانح عمریاں اردو میں ہیں لیکن سب لغو۔ میرا مدت سے ارادہ تھا لیکن اب تو امید نہیں معلوم ہوتی۔ واقعی صلاح الدین بڑے پایہ کا شخص تھا اور لوگ اس کے کارناموں سے واقف نہیں۔"(۲۳)

شبلی نے جو کام علم الکلام، الکلام، الغزالی، سوانح مولانا روم کی صورت میں کیا وہ اسلامی فکر کی تاریخ کا آئینہ دار ہے۔ دراصل شبلی یہ چاہتے تھے کہ اسلامی علوم و فنون اور تاریخ و تمدن کے شاندار واقعات اور اہم کارناموں کو اپنے زمانہ کے سامنے لایا جائے۔ تاکہ اسلام کی تاریخی و تمدنی عظمت اور علمی جلالت سب کے سامنے آجائے، جس سے قوم کے افسردہ دلوں میں از سر نو تازگی اور امنگ بھی پیدا ہو اور دشمنوں کو اپنے اعتراضات کی بے مائیگی کا بھی اندازہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں شبلی نے اپنی زندگی کا مقصد یہ قرار دیا کہ وہ اپنے سامنے اور اپنے بعد بھی علماء کا ایک گروہ ایسا چھوڑ جائیں جو اس نئے زمانے میں اسلام کی اس نئی ضرورت کو پوری کرتا رہے۔(۲۴)

۱۸۹۴ء میں سر سید احمد خان نے صیغہ اغلاط تاریخی کی تصحیح قائم کر کے شبلی کو اس کا سکریٹری بنایا اور ان کے تاریخی مقالات کو اس صیغے میں شامل کیا۔(۲۵) بعد ازاں شبلی نے ۱۹۱۰ء میں ندوہ میں 'صیغہ تصحیح اغلاط تاریخی' قائم کیا اور اپنے شاگرد رشید اور دست راست سید سلیمان ندوی کو اس کا سکریٹری بنایا۔(۲۶) اس صیغے کے قائم ہو جانے کے بعد مختلف یونیورسٹیوں کے مسلمان پروفیسروں سے اس سلسلے میں خط و کتابت کی گئی اور ان سے ایسی اغلاط کے بارے میں مشورہ طلب کیا گیا۔ اخباروں کے ذریعے بھی لوگوں سے قابل اعتراض کتابوں کے نام دریافت کیے گئے اور قابل اعتراض کتابوں کو یونیورسٹیوں میں تصحیح کر کے ٹھیک کرایا گیا۔ اس سلسلے میں مارسڈن (Marsden) کی تاریخ ہندوستان اور ڈیلافول (Delafole) کی تاریخ ہند کے خلاف خاص اقدامات کیے گئے۔(۲۷) اس سلسلے میں کی جانے والی کوششوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تاریخ کے معاملے میں شبلی کی کوششیں صرف تکمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاوشوں تک محدود نہیں تھیں بلکہ عملی اقدامات بھی ان کے دائرہ کار میں شامل تھے۔(۲۸)

شبلی نے ابتدائے تصنیف و تالیف سے اپنی تصنیفات کا میدان 'تاریخ' کو قرار دیا تھا۔(۲۹) لہٰذا شبلی نے ہر علم و فن کی بکثرت کتابیں مطالعہ کیں، نوادر کتب بہ کثرت بہم پہنچائے، کتب خانے چھانے، دنیا کے کونے کونے سے کتابیں منگوائیں۔ ادب، محاضرات، فتوح، تاریخ، رجال، فلسفہ، منطق، کلام کا بڑا سرمایہ جمع کیا اور اپنی تصنیفات اور مضامین میں ان کے حوالے دیے، نصاب تعلیم میں ان میں سے بعض کو داخل کیا، طلبہ اور علما کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی اور اپنے شاگردوں اور ہم نشینوں میں اس کا ذوق پیدا کیا۔(۳۰) مدارس دینیہ کے نصاب تعلیم کی تبدیلی پر بھی زور دیا اور علما کو بھی وقت کے تقاضوں کو سمجھنے کی ترغیب دی۔

۲۶ اپریل ۱۸۹۲ء کو شبلی تاریخ اسلام کی نادر کتابوں کی تلاش و جستجو میں روم و مصر و شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔(۳۱) شبلی نے وہاں تاریخ کی درسی کتابوں کو بھی بغور دیکھا۔ ان کو یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ تمام واقعات میں علت و اسباب کا سلسلہ ملحوظ رکھا ہے۔ اور جا بجا محاکمہ اور تحقیق و تنقید کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہر عہد حکومت کے خاتمہ پر اس عہد کی تمدنی، اخلاقی، علمی حالت تفصیل کے ساتھ دکھائی ہے۔(۳۲) ترکی کے اس سفر نے مولانا شبلی کا ذہنی افق بہت وسیع کر دیا۔

۱۸۹۴ء میں حکومتِ برطانیہ نے شبلی کو "شمس العلما" کے خطاب سے نوازا۔ علی گڑھ کی تاریخ میں مولانا شبلی پہلے پروفیسر تھے جنھیں شمس العلما کا خطاب ملا۔(۳۳)

جنوری ۱۸۹۹ء میں شبلی کی شہرۂ آفاق کتاب "الفاروق" شائع ہوئی۔ "الفاروق پر شبلی کو بجا طور سے فخر تھا۔"(۳۴) سید محمد عبداللہ لکھتے ہیں:

> "قدیم تواریخ کی تنقید اور ان کے اصول مطالعہ کے متعلق (جہاں تک ان کا تعلق سیرۃ فاروق سے ہے) شبلی نے ایک دو اور اصول بھی قائم کیے ہیں۔ مثلاً یہ کہ مختلف واقعات کی صحت و اعتبار کے مدارج بھی اصول عقلی کی بنا پر مختلف ہوں گے۔ مثلاً یہ کہ لڑائی کے واقعات جو تقریباً ایک سو سال بعد ضبط تحریر میں آئے، ان کی تفصیلات کو یقینی نہیں سمجھا جا سکتا کیوں کہ اس میں سہو اور مبالغہ کا پورا امکان موجود ہے لیکن حضرت عمرؓ کے قواعد اور قوانین اور دیگر انتظامات جو عرصہ تک ایک محسوس صورت میں قائم اور جاری رہے خود اپنی سند اعتبار ہیں اور ہر طرح یقین کے لائق ہیں۔ یا مثلاً حضرت عمرؓ کی وہ تقریریں جو بہت مقبول عام ہوئیں ضرور صحیح ہوں گی کیوں کہ ایک خوش بیان مقرر کی تقریریں اور ان تقریروں کے موثر الفاظ کا ذہن انسانی میں محفوظ رہنا قرین عقل ہے۔ اسی طرح وہ جزئیات جو زمانہ کے مذاق کے خلاف ہونے کے باوجود تاریخوں میں آ گئی ہیں، ان کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اصل واقعہ اس سے زیادہ ہوگا۔ مثلاً انتظامات اور تہذیب و تمدن کی باتیں عام طور پر ہماری تاریخ میں نہیں ہوتیں لیکن حضرت عمرؓ کے عہد کا جو انتظامی بندوبست ضبط تحریر میں آیا، اس سے قدرتی طور پر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اصل انتظامات اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے کہیں زیادہ ہوں گے کہ مورخوں نے باوجود دستور اور عادت کے خلاف ہونے کے ان کا لکھنا ضروری خیال کیا۔"(۳۵)

الفاروق میں شبلی نے یہ ثابت کر دیا کہ صحیح تاریخ صرف جنگوں اور لڑائیوں کا نام نہیں بلکہ اصلی تاریخ تہذیب انسانی کا دوسرا نام ہے۔ شبلی نے اس کتاب کی تالیف میں کتنی تحقیق و جستجو سے کام لیا، اس کا اندازہ نواب میر صدر الدین حسین خان (رئیس بڑودہ) کے نام شبلی کے درج ذیل خط سے لگایا جا سکتا ہے:

"الفاروق کی تالیف میں آج پانچواں برس ہے۔ برابر مصروف ہوں اور ابھی تک انجام کو نہیں پہنچی۔ اس کے لیے ٹرکی کا سفر کیا، ہندوستان کے تمام کتب خانے چھانے، یورپ سے کتابیں منگوائیں، اس پر بھی کتاب ناتمام ہے۔ قرطبہ اور غرناطہ کے درباروں کے سین دکھانے کے لیے ان ملکوں کا سفر کرنا چاہیے۔"(۳۶)

الفاروق کو عالمگیر شہرت نصیب ہوئی اور عالم اسلام کی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔(۳۷)

ہندوستان میں انگریز مؤرخوں نے اپنے مخصوص سیاسی اغراض و مقاصد کے تحت تعصب و عناد میں سرشار ہو کر مسلمان حکمرانوں پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے، ان کی تنقید و تنقیص کا سب سے زیادہ نشانہ مظلوم اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸ء۔۱۷۰۷ء) کی ذات رہی، جس کو مطعون کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا۔ علامہ شبلی کے الفاظ میں:

"اس کی فرد قرارداد جرم اتنی لمبی ہے کہ شاید کسی مجرم کی نہ ہوگی، باپ کو قید کیا، بھائیوں کو قتل کرا دیا، دکن کی اسلامی ریاستیں مٹا دیں، ہندوؤں کو ستایا، بت خانے ڈھائے، مرہٹوں کو چھیڑ کر تیموری سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیے۔"(۳۸)

ان الزامات اور عالمگیر کے مفروضہ مظالم کی تشہیر اس قدر زور و شور سے کی گئی کہ وہ "افسانۂ بزم و انجمن" بن گئے۔ علامہ شبلی نے بحیثیت مورخ ان الزامات کا جواب دینا اپنا فرض سمجھا اور مولانا محمد علی جوہر کی فرمائش پر اورنگ زیب عالمگیر پر عائد الزامات کے جواب و تردید میں سلسلۂ مضامین شروع کیا جو ماہنامہ الندوہ (لکھنؤ) میں دسمبر ۱۹۰۶ء سے مارچ ۱۹۰۹ء کے درمیان شائع ہوا۔(۳۹) ۱۹۰۹ء میں اسے کتابی صورت میں شائع کیا۔

شبلی نے اورنگ زیب پر لگائے جانے والے ان سب الزامات کے متعلق پہلے امور تنقیح طلب قائم کیے ہیں اور پھر معترضین کے بیان کردہ ثبوت و واقعات کی تحلیل و تنقید کی ہے اور ان تمام تہمتوں اور شبہات کو رفع کیا ہے جو معترضین کے پرفریب طرز تحریر سے پیدا ہو گئے تھے اور ایک عادل و منصف مؤرخ کی حیثیت سے ان کتابوں کو اپنا ماخذ بنایا ہے جو عہد عالمگیری میں لکھی گئی تھیں۔(۴۰) چنانچہ شبلی نے عہد وسطیٰ کی معتبر تاریخوں اور تاریخ نویسی کے اصول کی بنیاد پر مؤرخین یورپ کی افترا پردازیوں اور ان کی غلط کاریوں کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پردہ فاش کر کے ان کو حقیقت وصداقت کا آئینہ دکھایا۔

یہ رسالہ مولانا شبلی کی تاریخی تحریر ہونے کے باوجود عالمگیر یا عہد عالمگیر کی مفصل تاریخ نہیں ہے بلکہ اس سے عالمگیر کی زندگی کے چند مخصوص پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اگر چہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مولانا نے ہندوستان کے ایک مسلمان بادشاہ کے دفاع میں ایک مؤرخ کا نہیں بلکہ ایک مبلغ کا زور صرف کیا ہے۔(۴۱) لیکن اس کے باوجود عالمگیر پر عائد کردہ الزامات کو صحیح تاریخی ماٰخذ اور معتبر حوالوں کی مدد سے رد کیا ہے۔ اور اپنی مؤرخ کی حیثیت کو شبلی نے مجروح نہیں ہونے دیا ہے۔ اورنگ زیب اور اس کے بھائیوں کے تعلقات کے سلسلے میں شبلی نے جس تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔(۴۲) اور مولانا مجیب اللہ ندوی کا یہ کہنا بجا ہے کہ:

"علامہ شبلی کی سوانح نگاری اس حیثیت سے بھی اپنے معاصرین میں ممتاز ہے کہ وہ کسی واقعہ کو نہ تو صاحب سوانح کی عظمت وعقیدت کی وجہ سے مان لیتے ہیں اور نہ محض اس بناپر اسے تسلیم کرتے ہیں کہ کسی تاریخ یا تذکرے میں خواہ وہ کتنا ہی معتبر کیوں نہ ہو اس کا ذکر ملتا ہے بلکہ وہ روایت کے ساتھ درایت سے بھی واقعہ کی جانچ پڑتال کرتے ہیں، اس کی وجہ سے بعض غلط فہمیاں بھی دور ہوجاتی ہیں اور عقیدت کے غلو کا بھی سد باب ہوجاتا ہے۔"(۴۳)

سیرت رسول ﷺ پر کام کا آغاز شبلی نے رسالہ بدء الاسلام (۴۴) سے کیا اور اختتام سیرت النبی ﷺ پر کیا۔ بدء الاسلام درحقیقت اس تناور درخت (یعنی سیرت النبی) کا ایک ننھا سا تخم تھا جیسے برگد کے درخت کا ہوتا ہے۔(۴۵)

۱۹۱۲ء میں شبلی نے سیرت نبوی ﷺ کی تالیف کا اعلان کیا اور مجلس تالیف سیرت نبوی ﷺ قائم کی اور اسی سال جون میں سیرۃ النبی ﷺ کا آغاز کیا۔(۴۶) مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی کو دفتر سیرت میں اپنا مددگار بنایا۔(۴۷) فروری ۱۹۱۴ء میں سیرۃ النبی ﷺ کی پہلی جلد مکمل ہوئی اور دوسری جلد کا آغاز ہوا۔(۴۸) شبلی مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کے نام اپنے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

"چاہتا ہوں کہ ہر قسم کے مطالب سیرت میں آجائیں یعنی تمام مہمات مسائل پر ریویو قرآن مجید پر پوری نظر غرض سیرت نہ ہو بلکہ انسائیکلوپیڈیا اور نام بھی دائرۃ المعارف النبویہ موزوں ہوگا۔"(۴۹)

شبلی چاہتے تھے کہ سیرۃ النبی ﷺ صرف سیرت کی کتاب نہ ہو بلکہ جدید علم کلام کی اساس بھی ہو۔ پہلی جلد کے شروع میں جو عالمانہ مقدمہ ہے اس میں فن سیرت اور روایت ودرایت کے اصول پر سیر حاصل بحث ہے۔ جو زبان خود نہیں جانتے تھے اس کے ترجمے کراتے تھے۔ کارلائل (Carlyle) کی Heroes & Hero Worship کا عربی ترجمہ جب نظر سے گزرا تو اس کی تعریف کی اور کہا "میرے کام کی چیز ہے۔"(۵۰)

شبلی نے سیرۃ النبی ﷺ کی تالیف میں مستشرقین کی غلط بیانیوں کو بالخصوص پیش نظر رکھا اور اس کا مدلل جواب دیا۔ شبلی لکھتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں:

''آج کل جو شخص سیرت نبوی ﷺ کو مرتب کرنا چاہے، اس کا بڑا فرض یہ ہے کہ یورپ نے آنحضرت ﷺ کے حالات میں جو بے شمار کتابیں لکھی ہیں، ان پر نظر رکھتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یورپ کا ماخذ صرف عربی تصنیفات ہی ہو سکتی ہیں، لیکن یورپین مصنفین عموماً انہی واقعات کو اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ نتیجہ ان کے موافق نکلتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ بھی بہت سے ایسے راویوں سے استناد کرتے ہیں، جو مسلمانوں میں عام طور پر مشہور و معروف ہیں، لیکن دراصل ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ غرض یہ نہایت ضروری ہے کہ کم از کم انگریزی زبان میں جو کتابیں سیرت نبوی ﷺ کے متعلق لکھی گئی ہیں، ان سے واقفیت حاصل کی جائے۔''(۵۱)

شبلی یہ سمجھتے تھے کہ سیرت نبوی ﷺ کی اشاعت کی ضرورت سب سے زیادہ یورپ میں ہے کہ یورپ کے خیالات کی اصلاح ہو، اس لیے کتاب کی تصنیف کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا جائے۔(۵۲)

ایک موقع پر لکھتے ہیں: ''یورپ کی غلط بیانیوں کا ایک دفتر ہے، ان کے ایک ایک حرف کے لیے سینکڑوں ورق الٹے پڑتے ہیں۔ یہ کم بخت لکھتے تو جھوٹ ہیں لیکن بے پتہ نہیں لکھتے، یہاں ہمارے سیرت نگاروں نے خود بہت بے احتیاطیاں کی ہیں۔''(۵۳) شبلی پر کفر کے فتوے بھی لگے، بھوپال میں تحریک بھی چلی کہ سیرت کی اعانت بند ہو جائے۔ لیکن شبلی سیرت کے کام میں مشغول رہے۔(۵۴) اور اکثر تفصیلی واقعات حدیث ہی کی کتابوں سے ڈھونڈ کر مہیا کیے جو اہل سیر کی نظر سے بالکل اوجھل رہ گئے تھے۔(۵۵) بایں ہمہ شبلی کے علمی، تحقیقی اور تصنیفی کارناموں میں سیرۃ النبی ﷺ کی تالیف سب سے اہم ہے شبلی خود بھی اسے اپنے لیے حاصل زندگی اور وسیلۂ نجات خیال کرتے تھے۔(۵۶)

عجم کی مدح کی، عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبرِ خاتم
خدا کا شکر ہے، یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا(۵۷)

شبلی سیرۃ کے حوالے سے ایک وسیع سلسلہ جاری رکھنے کے خواہش مند تھے مثلاً سیرۃ الصحابہؓ، سیرت ازواج پیغمبر علیہ السلام وغیرہ وغیرہ۔(۵۸) جسے شبلی تو پورا نہ کر سکے لیکن شبلی کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ ایک صاحب فہم و ادراک استاد و مربی کی مانند اپنے احباب و اعزہ کی تربیت کرتے تھے اور شاگردوں اور طالب علموں کے ذوق کو جلا بخشتے تھے۔(۵۹) یہی وجہ ہے کہ شبلی کتب فکر سے وابستہ علما اور دانشوروں نے قدیم مضامین و موضوعات کی جگہ تاریخی موضوعات کو زیادہ انتخاب کیا۔ اسلامی تاریخ اور اس میں بھی سیرت نبوی ان کی تہذیب و تمدن کی اساس تھی۔(۶۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شبلی کی تاریخی تصنیفات کے مطالعے سے شبلی کی تاریخ نویسی کے درج ذیل بنیادی اصول سامنے آتے ہیں:

شبلی کے نزدیک تاریخ کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ تاریخ صرف سیاسی امور پر مشتمل نہ ہو بلکہ ادبی تہذیب وتمدن کی سرگذشت بھی ہو جس میں اجتماعات انسانی کی معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب ہر چیز کے متعلق معلومات کا سرمایہ مہیا کیا جائے۔(۶۱)

شبلی نے مورخ کے لیے صحت واقعہ میں روایت کے پہلو بہ پہلو درایت سے کام لینا بھی ضروری قرار دیا ہے بلکہ اپنے تمام اصول تاریخ نویسی کے مقابلہ میں سب سے زیادہ زور اسی پر دیا ہے۔(۶۲)

سبب اور مسبب یعنی (Cause) کا سلسلہ تلاش کیا جائے کہ اس کے بغیر حقیقت تک رسائی ممکن نہیں۔(۶۳)

شبلی کے نزدیک فلسفہ، انشا پردازی اور تاریخ کی سرحدیں جدا ہیں ان میں وہی فرق ہے جو ایک خاکہ نقش اور تصویر میں ہوتا ہے۔مورخ کا فرض یہ ہے کہ وہ سادہ واقعہ نگاری سے تجاوز نہ کرے۔(۶۴)

شبلی تاریخ کو ملی تناظر میں دیکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے المامون کے مقدمے میں لکھا: "ہندوستان کی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں اور مغلیہ وتیموریہ حکومت کے کارنامے بڑی آب وتاب سے دکھائے گئے لیکن ظاہر ہے کہ ہندوستان کی مجموعی تاریخ بھی ہماری قومی تاریخ کا ایک بہت چھوٹا حصہ ہے۔"(۶۵)

اسلام اور مسلمانوں سے متعلق یورپ کے کذب وافترا اور ان کی تاریخی غلطیوں کا ازالہ علامہ شبلی کی زندگی کا خاص مقصد اور مشن تھا۔ان کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ وہ جن کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں ان کے پایہ اعتبار واستناد کو پہلے ہی بیان کر دیتے ہیں۔(۶۶)

شبلی کے نزدیک مغربی مصنفین کی غلط بیانیوں کی وجہ تعصب کے علاوہ یہ بھی تھی کہ وہ پرانے زمانے کا مقابلہ جدید دور سے کرتے ہیں۔حالانکہ یہ ایک غلط اصول ہے اور مورخانہ دیانت داری اور ہمدردی کا تقاضا ہے کہ ہم ماضی کو صرف ماضی کے معیار سے دیکھیں اور "موجودہ طرز سلطنت سے ایشیائی حکومتوں کو نہ ناپیں۔"(۶۷)

دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ بعض بادشاہوں کے ذاتی افعال کو مذہب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔حالانکہ یہ انفرادی افعال ہیں جو یورپ کے بادشاہوں سے بھی سرزد ہوتے رہے ہیں۔ان کے لیے مذہب کو ملزم نہیں قرار دیا جا سکتا۔(۶۸)

دوسرے شبلی کے نزدیک یورپ کی تاریخ میں ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں راوی کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کی پروا نہیں کی جاتی، بلکہ اگر کوئی ایسا موقع پیش آجاتا ہے تو ہر قسم کی بازاری افواہیں قلم بند کر لی جاتی ہیں۔جن کے راویوں کا نام ونشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ان افواہوں میں سے وہ واقعات الگ کر لیے جاتے ہیں جو عقل کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔پھر ایک "کتاب" یا تاریخ بنائی جاتی ہے اور یہی اصول تصنیف ہے جو یورپ کی تصانیف کی بنیاد ہے۔(۶۹)

شبلی اسلامی علوم پر مکمل عبور رکھتے تھے اور اسلامی تاریخ وتہذیب پر ان کی نظر گہری تھی۔نئے حالات، رجحانات، تازہ افکار وخیالات اور جدید مسائل وتحقیقات بھی ان کے لیے انوکھے اور نامانوس نہ تھے اس لیے مستشرقین کے اعتراضات کی تہوں تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہنچنے اوران کے مدلل محققانہ جوابات دینے میں انھیں دشواری نہیں ہوئی۔(۷۰)

مواد کی ترتیب وتحلیل اور تنقید وتجزیہ کی شرط تحقیق کو اول اول اردو میں شبلی نے برتا اور فنی طور سے برتا۔ یہی وجہ ہے کہ شبلی کی تمام تصانیف میں مختلف روایات میں سے متصادم ومتضاد روایات پر محاکمہ ونقد ملتا ہے اور صحیح کو غلط سے تمیز کیا جاتا ہے۔(۷۱)

شبلی نے ہر ایک تصنیف کے مواد کے حصول کے لیے سینکڑوں مآخذ کے ہزاروں صفحات کھنگالے اور زیر خیال اور زیر قلم تالیف کے لیے تمام ممکنہ مآخذ کا پتہ لگایا، ان کو مختلف کتاب خانوں میں تلاش کیا، ان کا مطالعہ کیا، ضروری معلومات اخذ کیں اور ہر طرح سے ان کو حاصل کیا۔(۷۲)

علاوہ مستقل تصانیف کے شبلی نے بے شمار تاریخی اور تحقیقی مضامین لکھے جن سے تاریخ دانی اور تاریخ نویسی کا عام شوق پیدا ہوگیا۔ شبلی کے تاریخی مقالات ان کی زندگی ہی میں رسائل شبلی کے نام سے شائع ہو گئے تھے۔ اس میں زیادہ تر مضامین مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور طرز معاشرت سے متعلق ہیں۔(۷۳)

جہاں تک شبلی کی شاعری کا تعلق ہے شبلی نے جن نظموں میں تاریخی واقعات کو موضوع سخن بنایا ہے وہاں بھی تاریخ کے اصولوں کو مدنظر رکھا ہے اور شعر کے نازک آبگینے کو بھی ٹھیس نہیں پہنچنے دی۔ تاریخ کی اصلیت اپنی جگہ قائم ہے اور شعر کی شعریت اپنی جگہ۔(۷۴) تاریخ کا ہر وہ واقعہ جس میں جذبے کی تڑپ کا کوئی پہلو ہے، ان کے لیے قابل توجہ ہے۔

شبلی اسلام کو ایک اکائی اور وحدت کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔ اسلامی دنیا میں جہاں کہیں کوئی ہنگامہ برپا ہوتا اس کی دھڑکنیں ان کے دل میں پہلے محسوس ہوتیں۔ شبلی نے اپنی تحریروں سے نہ صرف جذباتی بلکہ عقلی بنیادیں بخشی ہیں۔(۷۵)

شبلی کی تحریروں میں ایک اہم چیز عمرانی تغیر (Social Change) کا احساس اور اظہار پایا جاتا ہے۔ جس میں ایک تہذیب کے ساتھ ساتھ دوسری نئی اور ترقی پذیر تہذیب ابھرتی ہے۔ جس میں زمانے کے ساتھ چلنے، تعصب اور بے ہودہ رسومات ترک کرنے، جہالت اور کاہلی کو دور کرنے، نئے علوم اور نئی ایجادات سے فائدہ اٹھانے، انسان کی عظمت کا نیا احساس دلانے کا واضح شعور ملتا ہے۔ اس عمرانی تغیر کی جھلک ان کے پورے ادب میں ملتی ہے۔(۷۶)

پروفیسر اختر الواسع کا یہ کہنا بجا ہے کہ شبلی نے علم وتحقیق کی بہت سی راہیں روشن کیں اور پرانی راہوں میں نئے امکانات پیدا کیے۔(۷۷)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ندوی، سید سلیمان، مولانا، حیات شبلی، ص ۷۰، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۱۹۹۹ء

۲۔کالنپوری، عبد الرزاق، ''شمس العلما پروفیسر شبلی نعمانی'' مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ (شبلی نمبر)، ص ۶۵۵، شمارہ ۲۱۸۔۲۱۹، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۲ء، مجلس ترقی ادب، لاہور

۳۔ندوی، سید سلیمان، مولانا، حیات شبلی، ص ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ صدیقی، محمد یسین مظہر، پروفیسر ڈاکٹر: "علامہ شبلی نعمانی"، مشمولہ: ماہنامہ معارف، ص ۳۲۵، نومبر ۲۰۱۲ء، دارالمصنفین، اعظم گڑھ

۵۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، حیات شبلی، ص ۱۱۴

۶۔ صدیقی، محمد یسین مظہر، پروفیسر ڈاکٹر: "علامہ شبلی نعمانی"، ص ۳۲۶

۷۔ شبلی کالج میں رہ کر کسی قدر انگریزی سے حرف شناس ہو گئے تھے۔ پروفیسر آرنلڈ سے انھوں نے فرنچ سیکھنی شروع کی۔ کیونکہ اسلامی مباحث پر اکثر کتابیں فرنچ اور جرمن میں تھیں۔ اس لیے ان دو میں سے کسی ایک زبان کے جانے بغیر اسلامیات کے متعلق اہل یورپ کی تحقیقات اور کاوشوں سے براہ راست واقفیت ممکن نہ تھی۔ مولانا، آرنلڈ سے موسیو سیدیو کی کتاب "تمدن اسلام" سبقاً سبقاً پڑھتے تھے۔ (حیات شبلی، ص ۱۴۴)

۸۔ عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں: سید صاحب ہمیشہ اعتقادی، کلامی مسائل اور مورخانہ تحقیق کے غور و خوض میں رہتے اور تحقیق و تدقیق کی غرض سے انھیں اکثر حدیث، فقہ، تاریخ و سیر کی کتابوں کے مطالعے کی ضرورت پڑتی۔ اس کام کو انھوں نے مولانا شبلی سے لینا شروع کیا اور مولانا شبلی نے اس خدمت کو ایسی خوبی اور قابلیت سے انجام دیا کہ جس قدر سید صاحب کی دقیقہ رسی و وسعت نظر کے مولانا شبلی قائل ہوتے جاتے۔ اس سے زیادہ سید صاحب ان کی تلاش و جستجو اور جلب روایات کے معترف ہو گئے تھے۔ (حیات شبلی، ص ۱۴۷)

۹۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، حیات شبلی، ص ۱۲۵

۱۰۔ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، ج ۲، ص ۲۶۶، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، س ن

۱۱۔ احمد، ملتون، مولانا شبلی نعمانی۔ ایک مطالعہ، ص ۹، مکتبہ اسلوب، کراچی، ۱۹۸۶ء (شبلی کا قائم کردہ یہ نیشنل اسکول اب شبلی نیشنل پوسٹ گریجویٹ کالج کی صورت اختیار کر چکا ہے۔)

۱۲۔ شبلی یہ چاہتے تھے کہ جدید تعلیم یافتہ فقہ اور تاریخ اسلام سے اچھی واقفیت رکھیں تاکہ وہ اپنی مذہبی اور تاریخی عظمت سے پورے طور واقف رہیں۔ پھر قدیم تعلیم پانے والوں کو یہ مشورہ دیا کرا مامت، وعظ اور استفتاء کے دائرے سے نکل کر مسائل حاضرہ سے بھی سینہ سپر ہوں۔ وہ تعلیم پا کر صاحب لن ہوں۔ انگریزی بھی پڑھیں تاکہ اس زبان میں اسلام کے خلاف جو کچھ لکھا جا رہا ہے، اس سے واقف ہوں، منقولات کے ساتھ معقولات بھی پڑھیں تاکہ ان میں نکتہ اور نکتہ گیری کم ہو، ان نحو کی مروجہ کتابوں کی اصلاح ہو، وغیرہ وغیرہ۔ مگر وہ مغربی تعلیم کی مخالفت کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ (سید صباح الدین عبدالرحمن، مولانا شبلی پر ایک نظر، ص ۸۱، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۱۹۸۵ء)

۱۳۔ شبلی نعمانی، علامہ، مقالات شبلی (جلد ہشتم)، ص ۶۴۔۶۵، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۰ء

۱۴۔ مسٹر پامر نے اپنی انگریزی کتاب ہارون الرشید کی لائف میں مسلمان بادشاہوں پر مذہبی تعصب کا جو الزام قائم کیا تھا مولانا نے المامون میں ضمناً اس کا پورا جواب دیا ہے۔ اسی طرح پروفیسر شیلڈن ایموز (Sheldon Amos) نے جو اس زمانے میں لندن یونیورسٹی میں قانون کے پروفیسر تھے، اپنی کتاب "رومن سول لا" میں فقہ اسلامی کا رومن لا سے ماخوذ ہونا ثابت کیا تھا مولانا نے سیرۃ النعمان کے ایک حاشیے میں اس کا مدلل جواب لکھا ہے۔ (حیات شبلی، ص ۱۲۵)

۱۵۔ نظامی، خلیق احمد: "ادب اور شرقی تاریخ کا فرزند۔ شبلی"، مشمولہ: صحیفہ، ص ۲۱۹

۱۶۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر: "شبلی کا نظریہ تاریخ"، مشمولہ: ماہنامہ معارف، ص ۲۹۲، اپریل ۱۹۳۸ء

۱۷۔ خاں، علاء الدین: "شبلی کی تاریخی بصیرت اور نگ زیب عالمگیر کے حوالے سے"، مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ، ص ۳۰۲

۱۸۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، مکاتیب شبلی، ج ۱، ص ۰۷، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۶ء

۱۹۔ صدیقی، محمد یسین مظہر، پروفیسر ڈاکٹر: "علامہ شبلی نعمانی"، ص ۳۵۶، نومبر ۲۰۱۲ء

۲۰۔ شبلی نعمانی، علامہ، المامون، دیباچہ، س ن

۲۱۔ صدیقی، محمد یسین مظہر، پروفیسر ڈاکٹر: "علامہ شبلی نعمانی"، ص ۳۲۹، نومبر ۲۰۱۲ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۲۔ندوی،سید سلیمان،مولانا،مکاتیب شبلی،ج ا، ص ۳۴۹

۲۳۔ایضاً،ص ۳۳۳

۲۴۔ندوی،سید سلیمان،علامہ،حیات شبلی،ص ۱۷۔۱۸

۲۵۔الیاس الاعظمی،محمد،ڈاکٹر،"مولانا شبلی نعمانی تذکرہ ماہ و سال" مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ،مجولہ بالا،ص ۱۳

۲۶۔ایضاً،ص ۴۴

۲۷۔ندوی،سید سلیمان،مولانا،حیات شبلی،ص ۵۲۴۔۵۲۵

۲۸۔عظیم،اختر،ڈاکٹر،شبلی بحیثیت مورخ،ص ۱۶۰،امتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی،۱۹۷۹ء

۲۹۔شبلی نعمانی،علامہ،علم الکلام،ص ۴،دار المصنفین،اعظم گڑھ،۱۹۹۳ء

۳۰۔ندوی،سید سلیمان،مولانا،حیات شبلی،ص ۳۶

۳۱۔الیاس الاعظمی،محمد،ڈاکٹر،"مولانا شبلی نعمانی تذکرہ ماہ و سال" مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ،ص ۱۳

۳۲۔شبلی نعمانی،علامہ،سفرنامہ روم و مصر و شام،ص ۱۳۲،ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز لاہور،۱۹۶۱ء

۳۳۔الیاس الاعظمی،محمد،ڈاکٹر،"مولانا شبلی نعمانی تذکرہ ماہ و سال" مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ،ص ۱۶

۳۴۔شبلی خود لکھتے ہیں: "میں اپنی تصنیفات میں الفاروق کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔(دیکھیے مکاتیب شبلی،ج ۲، ص ۲۳۵)

۳۵۔عبداللہ،سید محمد،"الفاروق" مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ،ص ۱۰۰

۳۶۔قریشی،افضل حق،"نوادر شبلی" مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ،ص ۷۵

۳۷۔محمد رضا آفندی نے الفاروق کا ترکی ترجمہ ۱۹۲۶ء میں کیا جو استنبول سے شائع ہوا۔فارسی ترجمہ کی سعادت افغان بادشاہ امان اللہ خاں کی ہمشیرہ و ہمشیرزادہ جناب اسد اللہ خاں کی والدہ کے حصے میں آئی۔یہ ترجمہ قندھار سے شائع ہوا۔پشتو دانشور غلام قادر نے الفاروق کو پشتو جامہ پہنایا اور ۱۹۶۷ء کو کراچی سے شائع ہوا۔عربی ترجمہ ۱۹۹۶ء میں الجامعۃ الامام محمد بن سعود کے استاد ڈاکٹر جمیر عبدالحمید ہو ایم کے قلم سے شائع ہوا۔(ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی: "عالم اسلام میں شبلی شناسی" مشمولہ صحیفہ،ص ۱۵۱)

۳۸۔شبلی نعمانی،علامہ/ڈاکٹر اوم پرکاش پرشاد،اورنگ زیب عالمگیر،مرتب: سردار عظیم اللہ خان،ص ۲۳۔۲۴،نگارشات پبلشرز ہاؤس لاہور،۲۰۱۰ء

۳۹۔ندوی،سید سلیمان،مولانا،حیات شبلی،ص ۲۵۲

۴۰۔اصلاحی،ضیاء الدین،"علامہ شبلی کے بعض جاودان کارنامے" مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ،ص ۵۲۲

۴۱۔احمد،ملتون،مولانا شبلی نعمانی۔ایک مطالعہ،ص ۱۰

۴۲۔۱۹۸۱ء میں سید صباح الدین عبدالرحمن نے اسے انگریزی میں منتقل کیا۔عالمگیر کے نام سے یہ کتاب ادارہ ادبیات دلی سے شائع ہوئی۔

۴۳۔الیاس الاعظمی،محمد،ڈاکٹر،متعلقات شبلی،اعظم گڑھ،ص ۲۷،بحوالہ: "ادیب" ("شبلی نمبر")،ص ۵۵،ستمبر ۱۹۶۰ء علی گڑھ،۲۰۰۸ء

۴۴۔یہ شبلی کی سب سے پہلی تحریر ہے۔عربی زبان میں یہ کتاب درسی ضرورت کے پیش نظر سرسید احمد خاں کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔یہ کتاب اس وقت کے ایم اے او کالج کے نصاب میں شامل رہی۔اردو،فارسی میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔(ڈاکٹر الیاس اعظمی،متعلقات شبلی،ص ۱۳۲)

۴۵۔عظیم،اختر،ڈاکٹر،شبلی بحیثیت مورخ،ص ۱۴۲

۴۶۔الیاس الاعظمی،محمد،ڈاکٹر،"مولانا شبلی نعمانی تذکرہ ماہ و سال" مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ،ص ۴۳۔۴۴

۴۷۔ایضاً،ص ۴۵

۴۸۔ایضاً،ص ۴۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۹۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، مکاتیب شبلی، ج ۱، ص ۴۰۲

۵۰۔ ایضاً، ص ۱

۵۱۔ شبلی نعمانی، علامہ، مقالات شبلی، ج ۸، ص ۴۰۔۴۲

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، مکاتیب شبلی، ج ۲، ص ۴۲۴

۵۴۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۲۴

۵۵۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۵۲، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۲ء

۵۶۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، مکاتیب شبلی ۱، ص ۱۰۹

۵۷۔ ایضاً، ص ۱۰۸

۵۸۔ ایضاً، ص ۲۵۵

۵۹۔ صدیقی، محمد سہیل مظہر، پروفیسر ڈاکٹر، "علامہ شبلی نعمانی"، ماہنامہ معارف، ص ۳۲۸، نومبر ۲۰۱۲ء

۶۰۔ ایضاً، ص ۳۴۸، دسمبر ۲۰۱۲ء

۶۱۔ شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، ص ۲۹، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۱ء

۶۲۔ الیاس الاعظمی، محمد، ڈاکٹر، "علامہ شبلی کی تصنیف اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر: ایک جائزہ"، مشمولہ: ماہنامہ معارف، ص ۴۲۶، جون ۲۰۰۰ء

۶۳۔ شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، ص ۲۹

۶۴۔ ایضاً، ص ۳۶

۶۵۔ شبلی نعمانی، علامہ، المامون، دیباچہ سرسید

۶۶۔ الیاس الاعظمی، ڈاکٹر، "علامہ شبلی کی تصنیف اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر: ایک جائزہ"، ص ۴۸۱

۶۷۔ شبلی نعمانی، علامہ، المامون، دیباچہ سرسید

۶۸۔ ایضاً، ص ۱۰۳

۶۹۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۷۵

۷۰۔ اصلاحی، ضیاء الدین، "مولانا شبلی کے بعض جاوداں کارنامے"، مشمولہ: سہ ماہی صحیفہ، ص ۵۵۸

۷۱۔ صدیقی، محمد سہیل مظہر، پروفیسر ڈاکٹر، "علامہ شبلی نعمانی"، مشمولہ: ماہنامہ معارف، ص ۳۵۳، نومبر ۲۰۱۲ء

۷۲۔ ایضاً

۷۳۔ شبلی کی وفات کے بعد مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کے ہر قسم کے مقالات کو ۸ جلدوں میں مرتب کیا اور انھیں مذہبی، علمی، تعلیمی اور فلسفیانہ وغیرہ عناوین کے تحت تقسیم کیا۔ خاص تاریخی مقالات کو دو جلدوں (پنجم، ششم) میں جمع کیا۔ (الیاس الاعظمی، متعلقات شبلی، ص ۹۲۔۹۳)

۷۴۔ عظیم اختر، ڈاکٹر، شبلی بحیثیت مورخ، ص ۱۳۷

۷۵۔ احمد بختون، مولانا شبلی نعمانی۔ ایک مطالعہ، ص ۱۲۹۔۱۳۰

۷۶۔ ایضاً، ص ۶

۷۷۔ اختر الواسع، پروفیسر، ماضی آگاہ، مستقبل نگاہ: شبلی نعمانی، ص ۱۲، از حرف احساس، نئی دہلی، ۲۰۰۹ء

© rasailojaraid.com